فطرت انسانی قرآن کی نظر میں

ڈاکٹر رفیع الدین

وہ فطرت جو انسان کو اعمال کیلئے ابھارنے والی ہے' اس میں فطرت حیوانی کا وجود نہیں ہے۔ وہ تو ایسی قوت عاطفہ ہے جو انسان کو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کی طرف مائل کرنے والی ہے۔ قرآن کریم اس قوت کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿اقم وجھک للدین حنیفا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذالک الدین القیم﴾ (الروم:۳۰)

''اپنے چہرہ کو یکطرفہ دین کیلئے قائم کرو۔ اللہ کی یہی وہ فطرت ہے' جس پہ اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔ اللہ کی خلقت میں کوئی تبدیلی نہیں۔ یہی سیدھا دین ہے۔''

دوسرے مقام پر بیان فرمایا:

﴿وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون﴾

''ہم نے جن وانسان کو صرف عبادت کیلئے پیدا کیا۔''

ان آیات کریمہ سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ انسان کی خلقت صرف اللہ کی عبادت کیلئے ہے۔ نیز کلام پاک اس معنی کی تائید میں ایک قصہ کے تحت بیان فرماتا ہے:

﴿واذ اخذ ربک من بنی ادم من ظھورھم ذریتھم واشھدھم علی انفسھم الست بربکم قالوا بلی شھدنا﴾ (الاعراف:۱۷۲)

''جب آپ کے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے اس کی ذریت کو نکالا اور انہی سے ان کے نفسوں پر شہادت لی۔ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ سبھوں نے کہا کیوں نہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں۔''

یہ آیت پوری وضاحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرنا ہر قول وعمل میں ودیعت رکھا گیا ہے۔ فطرت بشرین' نہ صرف قرآن ہی فطرت انسان کی اس معنی پر مکمل روشنی ڈالتا ہے بلکہ کچھ حدیثیں اس کی وضاحت کرتی ہیں اور اس مفہوم پر روشنی ڈالتی ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

﴿کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ﴾

''ہر بچے کی ولادت فطرت پر ہوتی ہے' ان کے والدین انہیں یہودی بنا دیں' نصرانی بنا دیں' یا مجوسی بنا دیں۔''

حدیث قدسی ہے:

﴿قال اللہ عزوجل انی خلقت عبادی حنفاء فجاء تھم الشیاطین فاجتالھم عن دینھم و حرمت علیھم ما احللت لھم﴾

''اللہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بندوں کو دین حنیف پر پیدا کیا' پس ان کے پاس شیاطین آئے انہیں ان کے دین سے پھیر دیا اور ان پر ان چیزوں کو حرام کر دیا جنہیں میں نے حلال کر دیا تھا۔''

کیا ہمارے لئے یہ جائز ہے کہ ان آیات واحادیث سے یہ نتیجہ اخذ کریں کہ فطرت انسانی قرآن کی نظر میں منقسم ہوتی ہے۔ دونوں حصوں میں ایک حصہ خاص ہوتا ہے۔ عبادتوں کے ساتھ اور دوسرا متعلق ہوتا ہے۔ ضرورت حیوانیہ اور خواہشات نفسانی کے ساتھ۔ اور کیا فطرت انسانی اس بات کی مقتضی ہے کہ اس کے بعض اعمال عبادت ہیں اور بعض دوسرے عبادت نہیں۔ یا اس بات کی مقتضی ہے کہ شب وروز کے بعض اوقات مختص ہیں' اللہ کی عبادت کیلئے پھر انسان تمام قیود سے آزاد ہو جاتا ہے اور اپنے بقیہ اوقات کو جس حالت میں جس عمل میں چاہئے ختم کرے۔ حالانکہ امر ایسا نہیں ہے قرآن تو اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ نے فطرت انسان کو ایسے طرز پر بنایا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کے علاوہ دوسرے عمل پر قادر نہیں ہو سکتا۔

اس لئے کہ قرآن واجب کرتا ہے کہ خدا کی عبادتوں میں سے انسان کے تمام اعمال کا صدور ایک مدافعانہ حیثیت سے ہو اور یہ مدافعت ہر وقت اس کی نظروں کے سامنے ہو نیز قرآن کا یہ دعویٰ تمام نظریات فطرت انسانی پر غالب ہے' خواہ وہ نظریات نئے ہوں یا پرانے۔

قرآن تو ان تمام دوسرے فلسفیوں سے تحدی کرتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے جو فطرت انسانی سے بحث کرتے اور مدافعت کرتے ہیں۔ نیز بانگ دہل یہ اپنے دعویٰ کا اعلان کرتا ہے اور کہتا ہے:

﴿وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون﴾ (ذریات:۵۶)

اور اس کلام کی تاکید نفی کے بعد استثناء سے ظاہر ہے نیز سیرت طیبہ ایک عمدہ مثالی نمونہ ہے۔ ان عبادتوں کا جن کی قرآن دعوت دیتا ہے' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں آپ کو حکم دیا ہے کہ:

﴿قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین﴾ (الانعام:۱۶۲)

''اے نبی کہہ دیجئے کہ میری نماز' میری قربانی' میرا جینا اور مرنا اللہ رب العالمین کیلئے ہے۔''

سب سے پہلا سوال جو ہمارے سامنے آتا ہے' جب ہم اس قرآنی نظریہ کو سمجھنے کیلئے غور وخوض کرتے ہیں وہ لفظِ الٰہ اور ان عبادتوں کا مفہوم ہے' جن کو خالص اللہ کی ذات کیلئے کرنے کا وہ حکم کرتا ہے۔ بیشک الٰہ کا معنی قرآن کی روشنی میں وہ خالق ہے جو فی ذاتہ جمیع صفات حمد وثناء کا متحمل ہے اور قرآن جملہ صفات کو اسمائے حسنیٰ سے تعبیر کرتا ہے۔ پھر انہیں قائم ودائم رکھتا ہے۔ اس حیثیت سے کہ تمام بعد

میں آنے والی صفات جمیلہ کو یہ مشتمل ہیں۔

خالق، رحمان، رحیم، کریم، قدیر، علیم، حق، حیّ، قیوم وغیرہ وغیرہ۔ ان سب صفات میں سے جن کا خدائے قدیر مستحق ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اللہ سے ہم کس ڈھنگ سے مانگیں۔ اسے کس لقب سے پکاریں۔ جواب یہ ہے کہ قرآن نہ تو اس کا ارادہ کرتا ہے اور نہ دعا کرنے کیلئے کوئی خاص لقب متعین کرتا ہے۔ وہ تو ایک عام طریقہ پسند کرتا ہے اور صراحتاً اس کا اعلان کرتا ہے۔

﴿قل ادعوا اللہ او ادعو الرحمن ایاما تدعوا فلہ الاسماء الحسنی﴾ (بنی اسرائیل:۱۱۰)

''یعنی تمام اسمائے پسندیدہ اس کے ہیں اور ان سے جس نام سے چاہو اسے پکارو۔''

مذکورہ بالا آیتیں صرف اس بات کی طرف اشارہ نہیں کرتیں کہ تمام صفاتِ جمیلہ اللہ وحدہ لاشریک کیلئے مختص ہیں بلکہ باوجود اس کے اس بات کی طرف مشیر ہیں کہ جملہ صفات عالیہ صرف خدائے تعالیٰ کی ذات ہی میں پائی جاتی ہیں اور بعض صفات جو کسی شخص میں پائی جاتی ہیں وہ صرف اللہ کے جمال کا عکس ہے۔ وہ تو اسے متعین مدت کیلئے بندے کو دیتا ہے۔ ہمیشہ اس صفت کے ساتھ متصف نہیں رہتا اور جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ تمام صفاتِ جمیلہ کے ساتھ حقیقتاً خدا ہی متصف ہے تو یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ جمال حقیقیت کا مرکز صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے۔ وہی جمال کا مبدا اور منتہا ہے اس کے علاوہ اور کسی میں جمال ہی نہیں۔

لیکن ہمیں معلوم کرنا ضروری ہے کہ جمال اور اس کا معنی کیا ہے۔ جمال وہ شے ہے کہ محبت اور فنا فی اللہ کے رجحان کو انسان کے دل میں ابھارے اور اسے جمیل کی طرف جمال کی محبت ظاہر کرنے کیلئے مجبور کرے۔ اس بنا پر جمال صفت کمال سے خالی نہ ہوگا کیونکہ ناقص محبت کا مستحق نہیں۔

بیشک جمال کا علم انسان کو برانگیختہ کرتا ہے۔ محبوب کی مدح کرنے، اس سے متاثر ہونے، تقرب حاصل کرنے، اس کے سامنے جھکنے، امتثال اوامر اور اس کی راہ میں فنا ہونے اور ہر وقت اور ہر آن میں اور یہ وہی چیز ہے جس کو عبادت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ بیشک قرآن کی نظر میں جمال کی طرف رغبت کرنا ہی تمام اعمال کی جڑ ہے اور جب جمال، محبت اور فنا فی اللہ کے عواطف (قولی) کو ابھارنے پر قادر نہ ہوں تو وہ جمال نہیں۔ یہ تو قبل اس کے کہ اپنے محاسن کو ظاہر کرے، عیوب اور برائیوں کو انسان کے سامنے ظاہر کرے گا۔ بیشک عبادت کی بنیاد جمال کا علم ہے اور یہ وہی چیز ہے جس کا دوسرے الفاظ میں ہم نام رکھتے ہیں حب کے ساتھ اس لئے کہ معبود ہی محبوب ہے اور محبوب نہیں ہوتا مگر معبود ہی۔ قرآن اس تعبیر کی تصدیق کرتا ہے:

﴿والذین امنوا اشد حبا للہ﴾ (البقرہ:۱۶۵)

''جو لوگ ایمان لاتے ہیں، وہ خدا کی محبت میں سخت ہوتے ہیں۔''

ان حقائق کی روشنی میں ہم طاقت رکھتے ہیں کہ فطرت بشریٰ کے سلسلہ میں قرآن کے نظریہ کا خلاصہ بیان کریں۔ مندرجہ ذیل عبارت میں ''انسان کے جملہ اعمال کا سرچشمہ صرف جمال حقیقی محبت ہے۔''

رہی بات کہ ہم سوال کریں اللہ کی عبادت سے کہ آیا وہ اس وقت قائم رہتی ہے، جب تک کہ فطرت بشری قائم رہے۔ مع اس کے اللہ کی محبت ہی جملہ اعمال کا سرچشمہ ہے۔ جب ایسی حالت ہے تو کیوں نہیں انسان اپنی پوری زندگی اللہ کی محبت اور اس کی خالص عبادت کیلئے وقف کر دیتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ جو لوگ اللہ پر ایمان لاتے ہیں، اس کی عبادت کرتے ہیں، وہ اپنی فطرت کو احسن طریقہ سے ظاہر کرنے کے ساتھ قائم رہتے ہیں۔ لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اکثر لوگ فی زمانہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے یا عملی حیثیت سے کفر کرتے ہیں۔ اس کی عبادت نہیں کرتے۔ پس ان لوگوں کی فطرت کہاں غائب ہوگئی اور یہ لوگ اپنی فطرت سے علیحدہ رہنے میں کیسے نجات پائیں گے؟ ان کے بشر ہونے پر تف ہے۔

قرآن اس سوال کا جواب دیتا ہے کہ فطرت انسانی غائب ہونے والی ذاتی چیز نہیں ہے اور نہ مخفی رہ سکتی ہے۔ نہ کوئی انسان طاقت ہی رکھتا ہے کہ وہ اپنے لباس کو نکال پھینکے۔ کیونکہ قوانین فطرت نہ تو تبدیل و تعدیل کو قبول کرتے، نہ خدا کی خلقت میں کوئی تبدیلی ہے۔ قرآن تو اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انسان جب کسی عقیدہ پر ہوتا ہے تو اللہ اور اس کی صفات کو اپنے نفسوں میں جگہ دیتا ہے اور انسان کے اعمال نہیں صادر ہوتے۔ مگر اسی محبت کے صدور سے، گویا ان کی زندگی ہی عبادت کیلئے موقوف ہے۔ بجز اس کے کہ وہ اس اللہ کو نہیں پہچانتے جو جمیع صفات جمال کے ساتھ متصف ہوتا ہے اور نہ اس پر ایمان لاتے۔ لیکن فطرت انہیں مجبور کرتی ہے کہ اپنی عبادت، اپنے خشوع کو کسی دوسری چیز، کسی دوسرے معبود کی طرف متوجہ کریں اور تمام صفات جمال کو اسی اللہ کی طرف منسوب کریں۔ جو صرف اللہ تعالیٰ میں پائے جاتے ہیں۔ اب وہ الٰہ کاذب کی راہ میں فنا ہوتے ہیں۔ ہر امر میں اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ اس کے آگے جھکتے ہیں، اسی کو مقدس سمجھتے ہیں، اسی کو معبود سمجھتے ہیں، اسی کی رضامندی طلب کرتے ہیں۔ مختلف ذرائع سے اسی کا تقرب حاصل کرتے ہیں اور مقتضیات فطرت برابر اپنا عمل کرتے رہتے ہیں۔ اپنی محبت کو اور عبادت کو الٰہ کاذب کی طرف متوجہ کرنے کیلئے جیسے اللہ غالب کیلئے کیا جاتا ہے، لیکن یہاں پر عامل اور مظہر علاوہ ہیں۔ حقیقی مظہر اور عوامل کے قرآن کریم اس حقیقت کو اس اسلوب میں بیان فرماتا ہے:

﴿ومن الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً یحبونھم کحب اللہ والذین آمنوا اشد حبا للہ﴾ (البقرہ:۱۶۵)

''بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے علاوہ شریک گردانتے ہیں (معبود) انہیں کی محبت کرتے ہیں۔ مثل اللہ کی محبت کرنے کے اور جو لوگ مومن ہیں، وہ اللہ کی محبت میں سخت ہیں۔''

ان مصنوعی معبودوں کی (جنہیں اکثر لوگوں نے خدائے واحد قہار کے علاوہ رب بنا رکھا ہے) حقیقت بیان کرتا ہے کہ یہ معبودان باطلہ صفات الوہیت کے متحمل نہیں۔ لیکن جاہل لوگ ان میں صفاتِ الٰہیہ فرض کرتے ہیں۔ بس ان کی عبادت کرتے ہیں، جیسے مومن مسلم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔